مطبوعات

حمد و مناجات | مرتبین: ضیاء محمد ضیاء، و طاہر شادانی۔ ناشر: علمی کتب خانہ، کبیر سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ ۲۵۰ صفحات کی کتاب، خوبصورت، رنگین، دبیز سرورق کے ساتھ۔
قیمت: ۲۴/- روپے۔

نوعمری میں ایک کتاب معارفِ ملّت میرے مطالعہ میں رہی جس میں حمدیہ مناجاتی، نعتیہ، ملّی اور قومی نظمیں جمع تھیں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے کئی حصّے ہیں اور شاید دیکھے بھی۔

سچے عقیدے اور جذبات جو کسی معاشرے میں پائے جاتے ہوں، کوئی چاہے نہ چاہے، وہ شعر و ادب میں اپنا راستہ بنا لیتے ہیں۔ اس لحاظ سے بہت سے عنوانات اور احساسِ مسرت و دَرد کے ایسے نئے پہلو ہیں جو مسلمان معاشرے نے برّصغیر کی بولیوں کو دیئے۔ خاص طور سے اُردو نے ان نئے اثرات کو اپنایا اور پروان چڑھایا بلکہ کہنا چاہیے کہ مقامی مشترک بھاشا اسی صورت میں ترقی کی راہ پر بڑھی جب کہ اس نے نئے خیالات و احساسات کو جذب کیا۔ یہاں تک کہ اُردو زبان نکھرتی گئی۔

عربی، فارسی کے بعد برّصغیر کی بولیوں خصوصاً اُردو کو مسلمانوں کا دیا ہوا ایک بڑا موضوع حمد و مناجات کا ہے جس کی امتیازی شان توحید ہے۔ اور توحید کے ساتھ صفاتِ الٰہیہ کے وہ تصورات جن کی تعلیم قرآن اور نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔ بلکہ ایک تیسری چیز اور بھی شامل ہے۔ خدا اور بندے کے تعلق کی نوعیت اور اس سے پیدا ہونے والے مخصوص جذبات و احساسات یہ بھی ہمارے حمدیہ اور مناجاتی شعر و ادب میں پائے جاتے ہیں۔

اُردو شعر و ادب میں شروع سے جو اسلامی عنصر داخل ہوا ہے وہ چاہے پوری طرح

دُنیا نے نگارش پر تسلط یافتہ نہ ہو، لیکن دوسری طرف انفرادیت پسندی، دُنیا پرستی، تعیش پسندی، اخلاقی بغاوت، جنسی ہیجانات اور بہ حیثیت مجموعی مادہ پرستانہ رجحانات جو آہستہ آہستہ اُبھرتے آ رہے تھے اُن کو ایک تو ساتھ ساتھ اسلامی عنصر نے حد سے تجاوز کرنے سے روکے رکھا، دوسری طرف جب مذہب دشمنی اور خدا سے بغاوت اور جنسی جنون محض استثنائی انفرادی عدمِ توازن کی مثالیں نہ رہ گئیں، بلکہ ایک ترقی پسند انقلابی تحریک نے ان ساری بلاؤں کو جانِ ادب بنانے کا فیصلہ کر لیا تو اُردو ادب کا اسلامی عنصر ہی آڑے آیا۔ اور وہ تحریک بکھر گئی۔

اس پس منظر کو ملحوظ رکھ کر ہم اس مجموعۂ حمد و مناجات کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔

یہ مجموعہ اوّلاً اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے کہ اس کے ہر دو مرتبین تعلیم و تدریس سے تعلق رکھنے والے اور بجائے خود شعر گوئی میں مقام رکھتے ہیں۔ نیز اہلِ مطالعہ کی اس پُرانی صف کے باقیات میں سے ہیں، جو بہت پڑھتے تھے اور جو کچھ پڑھتے تھے اُسے لفظ بہ لفظ ہی نہیں، نقطہ بہ نقطہ اور خط بہ خط سمجھتے تھے۔ غنیمت ہے کہ آج یہ احباب ہمارے درمیان ہیں۔

جبکہ "اچھے مطالعہ" کا عہد ختم ہو رہا ہے۔ اوّل تو نئی نسلیں پڑھنے سے بے تعلق ہیں، پڑھ کر کوئی سُنائے تو یہ نہیں جانتیں کہ کیا پڑھا گیا ہے! آج کے نوجوانوں کے پاس گھر میں ٹیلی وژن، سڑکوں اور بس سٹینڈوں پہ نظر بازی اور کھیل کے میدانوں میں ہاکی اور کرکٹ کے مشاغل اتنے زیادہ ہیں کہ "لفظ" کا وجود اس زمانے کی بے اعتنائیوں سے نالہ کناں ہے۔

معمول کے خلاف اتنی زیادہ عبارت لکھ دی، مگر اصل باتیں رہی جاتی ہیں۔ مرتبین کا ذوقِ نظر پَر لگا لگا کر ہر اُس گوشے تک اُڑا جہاں اُن کے موضوع کا کوئی کوئی چمکتا ذرّہ ان کو دکھائی دیا۔ زمانے کے لحاظ سے قدیم و جدید سب کو انھوں نے جمع کر دیا۔ اصناف کے لحاظ سے غزل، مخمس، مسدس، مستزاد، تضمین، ترجیع بند، رباعی، چوبیتی وغیرہ کتنے ہی سانچوں میں ڈھلا ہوا "مضمونِ واحد" سامنے آیا۔ مچھر شعرا کی فہرست بنائیں تو ہر عمر، ہر علاقے، ہر نسل اور ہر پیشے کے اصحاب اس محفل میں جمع ہیں۔ جو زندہ ہیں وہ زندہ ہیں، جو فوت ہو گئے وہ بھی یہاں زندہ ہیں۔

کڑے انتخاب اور جائزہ کلام کے لحاظ سے مرتبین کا علم، مطالعہ اور ذوق پکی سند ہیں۔

یہ کتاب میرے پاس ریویو کے لیے نہیں آئی تھی مگر اس سے متاثر ہو کر میں نے یہ سطور لکھ دی ہیں۔

جستجوئے منزل | از ملک مشتاق احمد صالح ۔ ناشر: الخدمت پچنند، تلہ گنگ۔

قیمت: -/۲۰ روپے۔

یہ ایک طرح کی خود نوشت ہے، اپنے ہی سفر زندگی کی داستان، اور یہ جس خلوص اور صداقت سے بیان کی گئی ہے میں اس کا پورا اعتراف کرتا ہوں۔ اس نوجوان کی میری نگاہوں میں بڑی قدر ہے جس نے کسی تصنع سے کام لیے بغیر اپنی عمر کے نصف بیشتر حصے کی روئیداد اس طرح بیان کی ہے کہ تلہ گنگ کا ثقافتی ماحول، وہاں کے تمام ادارے، تمام رسمیں اور بہت سے کردار کی تصویریں تیار ہو گئی ہیں۔ بظاہر صیرفیانِ ادب کی نگاہ میں اس کتاب کی کوئی وقعت ادبی معیارات کے حساب سے ہو گی یا نہیں، ہم اسے ایک نوجوان کا غنائی ادب کہہ سکتے ہیں۔ اس نوجوان نے بچپن سے مطالعہ کا جو ذوق حاصل کیا ہے اس کی مدد سے اُردو کا بہت سا ذخیرہ الفاظ و تشبیہات جمع کیا اور ان کے کئی طریقہ ہائے استعمال سیکھے اور برتے۔ ساتھ ہی ساتھ جہاں اس کی قوتِ اظہار نے پسند کیا، وہاں مقامی پنجابی الفاظ یا اصطلاحات سے بے دریغ مدد لی۔ اس تحریر کے آئینے میں جو کردار ہمارے سامنے آتا ہے وہ اپنی اندرونی اُمنگوں اور ماحول کے مسائل کی دھیمی کشمکش سے دوچار ہے اور اس کے ذہن میں جن اُصولوں نے جگہ پکڑی ہے، ان میں سے بیشتر اچھے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کردار کے دینی جذبات اس طرح چمکتے ہیں جیسے ریت میں ابرق کے ذرّے۔ مگر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کے لیے کوئی انتہائی منزل و مقصد اور اس کا راستہ واضح طور پر متعین نہیں کر سکا ہے۔ لیکن اس کمی کے پورا ہو جانے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

تعلیمی انحطاط کے اسباب | از پروفیسر سید محمد سلیم ۔ ناشر: ادارۂ تعلیمی تحقیق، ۸۔اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور ۔ قیمت: -/۶ روپے۔

آج ہمارا خوفناک مسئلہ عمومی انحطاط ہے، اخلاقی انحطاط، معاشی انحطاط، صنعتی انحطاط، فرض شناسی کا انحطاط، نظم و نسق کا انحطاط، دیانت و امانت کا انحطاط وغیرہ۔

اور ایک بڑا انحطاط تعلیمی انحطاط ہے، جس کے زیرِ اثر دوسرے کئی دائروں میں بھی انحطاط

پیدا ہوتا ہے یا بڑھتا ہے، مگر جہاں ساری توجہ ہنگامہ اور تخریبی مسائل پہ ہو وہاں ایک خاموش ٹھنڈے اور تعمیری کام کا خیال بھی کسی کو آئے تو بڑی بات ہے۔

سید محمد سلیم صاحب کا ایک مستقل موضوع تحقیق و کاوش تعلیم ہے۔ وہ تعلیم کے فکری اور عملی اور تاریخی پہلوؤں پر کئی قابلِ قدر کتابیں لکھ چکے ہیں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں انہوں نے تعلیمی انحطاط کے خوفناک مسئلے کا جائزہ لیا ہے، جسے وہ قومی خسارا کہتے ہیں۔ سید صاحب بتاتے ہیں کہ کیکر کا یہ درخت (مغربی نظام تعلیم) ۱۸۳۵ء میں لگایا گیا تھا، علی گڑھ کالج کے قیام کے بعد مسلمانوں نے اسے قبول کیا، اب اس کیکر کے کانٹے جو شروع میں اس کے پتوں کی طرح ملائم تھے کپڑے پھاڑ کر (اور زخم لگا کر) اپنا وجود تسلیم کرا رہے ہیں۔

اِس کتاب میں اسلامی نظریۂ تعلیم، برصغیر کی مختصر سی تاریخ تعلیم اور اس کی بنائی ہوئی ذہنیتوں کے بیان کے ساتھ، نصاب، امتحانات، اساتذہ، فیسوں کے نظام، ٹیوشن، رخصتوں اور کھیلوں کی کثرت اور طلباء کے آمرانہ انداز وغیرہ اسباب و عوامل کی وضاحت مدبرانہ انداز سے کی ہے۔

حضرت ابوذرؓ غفاری | از جناب عبدالشکور۔ ناشر: عارف پبلیکیشنز، ۹۵۔ ارنا چلم روڈ، بنگلور۔ انڈیا۔ کاغذ و طباعت نفیس۔ قیمت: ۱۲/- روپے۔ آئندہ یہ کتاب مکتبہ تعمیرِ انسانیت اُردو بازار، لاہور سے بھی شائع ہوگی۔

حضرت ابوذرؓ کی شخصیت صحابہ کرام کی مجلس میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ انہوں نے دین کے اُس تعلیمی حصّے پر خاص توجہ دی جس میں دُنیا اور دولتِ دُنیا اور عشرتِ دُنیا کی محبت پر نکیر کی گئی ہے۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے ماضی کے تکلیف دِہ حالات بھی دیکھے تھے، انہوں نے مدینہ میں مسلمانوں کی تنگ حالی بھی دیکھی اور خود اس دور کی اذیتوں کو دوسروں سے زیادہ بھگتا۔ پھر جب مسلمانوں میں خیبر، ایران، روم و شام سے دولت کی ندیاں بہتی ہوئی آنے لگیں تو اس عبرت ناک منظر کو بھی آپ نے دیکھا۔ حضرت ابوذرؓ کی نظر برابر اس بات پر تھی کہ دولت اور اخلاق یا دُنیا اور آخرت کس طرح ٹکراتے ہیں۔ اور کس طرح ان میں توازن رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ اور روز بروز مشکل تر ہوتا

جائے گا ۔۔۔ اور نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیش گوئی کے مطابق یہی ہوا کہ دنیا مسلمانوں پر سوار ہوگئی ۔ حضرت ابوذرؓ کی صدائے احتجاج شروع میں دھیمی تھی اور پھر بڑھتی گئی ۔ یہاں تک کہ معاشرے میں ان کا وجود قابل برداشت نہ رہا ۔ اور ان کو مقامِ زنداں میں بھیج دیا گیا ۔ جہاں ان کی وفات ہوئی ۔

ہر تجزیہ نگار کو یہ ضرور خیال رکھنا چاہیے کہ دین کے کسی ایک گوشے پر اگر ساری توجہ صرف کر دی جائے تو اس سے "انتہا پسندی" اور لاینحل الجھنیں پیدا ہوتی ہیں ۔ زندگی کے سارے مسائل، سارے احوال اور سارے قضیوں کو سامنے رکھ کر فکر و عمل کی راہیں نکالنی چاہئیں ۔

تو یہ کتاب اس مردِ عظیم حضرت ابوذرؓ غفاری کی سوانح حیات سامنے لاتی ہے ۔ اہم واقعات، خاص خاص ارشاداتِ رسولؐ، خود حضرت ابوذرؓ کے بیان کردہ نکات و کلمات، اس کاغذی خزانے کے موتی ہیں ۔

میں نے روس میں کیا دیکھا | **از انجینئر شاہ محمود خاں رکن انسٹی ٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز پشاور**

ناشر: ادارہ معارفِ اسلامی، لاہور ۱۸ ۔ سفید کاغذ ۔ صفحات: ۳۷۵ ۔ رنگین و دبیز سرورق ۔ قیمت: ۶۰/- روپے

سفر نامہ آج کی اہم صنفِ ادب ہے ۔ بہت سفر نامے قدیم و جدید پڑھے ۔ روس کے متعلق بھی مخالفین و موافقین کی سیاحی کی روداد یں نظر سے گذریں ۔ مگر شاہ محمود خاں کا سفر نامہ بس ۔۔۔ لیکن تو چیزے دیگری ! نہ افسانوی بافتیں ہیں، نہ رومانی چوچلے ہیں، سچی حقیقت نگاری ہے مگر افسانہ سے دلچسپ ۔۔۔ سادہ تحریر ہے مگر لفظی آبگینہ تراشیوں سے زیادہ پرکشش ۔۔۔ انجینئر محمود خاں ستمبر ۱۹۶۸ء میں انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے روس گئے اور ۶ سال کا زمانہ وہاں گذارا ۔ شہر سے دیہات تک، ماسکو سے وسط ایشیا کے مسلم علاقوں تک سب دیکھ ڈالا ۔ عوامی سطح پر بھوک اور عام ضروریات کی کمی کا جو سماں انہوں نے پیش کیا ہے وہ پون صدی کے مکمل اشتراکی تجربے کی ناکامی کی تصویر پیش کرتا ہے ۔ کتاب بتاتی ہے کہ وہاں جاکر کئی مسلمان بالفاظ مولانا ظفر علی خان

"خمر و خنزیر و زن" کے گھن چکر میں بُری طرح تباہ ہوتے ہیں۔ اور عورت کی تذلیل کے مناظر تو خون رُلا دیتے ہیں۔ قدم قدم پر عورتیں روٹی اور شراب کے لیے ہر نوجوان کے گلے پڑتی ہیں۔ پھر اُونچے طبقے کے جداگانہ دائرۂ حیات کی عیاشیوں کے بالمقابل عام لوگوں کی محرومیوں کا یہ سماں ہے کہ بعض دیہات میں لوگ ایسے جھونپڑوں میں رہتے ہیں، جہاں مویشیوں کو رکھنا بھی ظلم ہے۔ پھر اسلام کو کچلنے کے لیے ظلم و استبداد کی جو کارروائیاں کی گئی ہیں ان کے علی الرغم مسلمانوں کے سینوں میں دین کی چنگاریاں موجود ہیں۔ وہاں لوگ مسلم سیاحوں یا طلبہ سے قرآن حاصل کرنے یا ایک آدھ آیت لکھا کر پاس رکھنے کے لیے بے تاب ملتے ہیں۔ پھر اس سرمایہ داروں اور امریکہ کے دشمن ملک کی آبادی پر امریکہ کی اشیاء کے حصول کا جو جنون سوار ہے اور جس کے لیے وہ ہر نو وارد کے آگے روبل اور ڈالر پھینک کر اس پر جھپٹتے ہیں، وہ ایک طرح کی امریکہ پرستی ہے۔ بازاروں ہوٹلوں، تعلیم گاہوں، ہسپتالوں، اسٹوروں کی لمبی قطاروں، بسوں اور ہوائی جہازوں کی سیٹوں پر رشوت کے چلن وغیرہ کا حال آپ اصل کتاب میں دیکھیں۔

اسے پڑھنے کے بعد کوئی اندھا آدمی ہی کمیونسٹ یا روس پرست ہوسکتا ہے۔

THE FACTOR IN ECONOMIC & FINANCIAL TRANSACTIONS

از سید حامد عبدالرحمٰن الکاف۔
شائع کردہ: اسلامک ریسرچ اکیڈمی، فیڈرل بی ایریا۔ کراچی۔ صفحات: ۱۱۶۔ قیمت: ۲۰/- روپے

انگریزی زبان میں لکھی ہوئی اس کتاب کا پورا نام (DOES ISLAM ASSIGN ANY VALUE/WEIGHT TO TIME FACTOR IN ECONOMIC AND FINANCIAL TRANSACTIONS?) بہت طویل ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ "آیا اسلام اقتصادی اور مالیاتی لین دین میں عاملِ وقت کو کوئی وزن یا قدر دیتا ہے؟"

میں اس کتاب کو اس خیال سے روکے ہوئے تھا کہ کبھی تفصیل سے اس پر اپنے حامیانہ احساسات

کا اظہار کروں گا۔ مگر کتابوں کا سیلاب مسلسل بڑھتا چلا آرہا ہے۔ سید الکاف نے نہ صرف دورِ حاضر کے مروج سودی معاملات کی بعض اشکال کا تجزیہ کیا ہے، بلکہ نصوصِ اسلامی، سنّت، تعامل صحابہ، اور تعبیراتِ ائمہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ تمام ادھار کا کاروباری لین دین جس میں وقت کی کمی بیشی کے ساتھ مدیون کو کم و بیش کی ادائیگی کرنی پڑتی ہو، ہزار پیرائے بدلنے کے بعد بھی ناجائز ہے۔ یہ موقف ایک مجاہدانہ موقف ہے اور میں اپنی اصول پسندانہ طبیعت کے تحت حامد الکاف صاحب کے موقف اور شدتِ احساس سے بہت متاثر ہوں۔ اشارۃً انہوں نے بعض سودی طریق ہائے کاروبار کی متبادل صورتیں بھی اجمالاً بیان کی ہیں۔

بہرحال سود کے خلاف ان کے جہاد کی حمایت کرنا ہر اس شخص کی ذمہ داری ہے جو سود کی شدید حرمت کا علم رکھتا ہو۔

تحریکی لٹریچر میں خوبصورت اضافہ

یادوں کی امانت

سید عمر تلمسانی

ترجمہ: حافظ محمد ادریس

صفحات: ۵۱۲ — قیمت: ۷۰/- روپے

البدر پبلی کیشنز — ۲۳ - راحت مارکیٹ، اردو بازار، لاہور